شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ، مہمی

ولادت: ۱۲۰۰ھ ۱۷۸۶ء کاہنور، ضلع رہتک

شہادت: ۲۸ رجمادی الثانی ۱۲۷۴ھ ۱۸۵۸ء ۱۲ رفروری جیل خانہ حصار۔

آپ ہادیٔ ہریانہ حضرت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کے چھوٹے بھائی اور شاہ عبدالعظیم بن شاہ عبدالحکیم کے فرزند تھے راجپوتوں کے مشہور قصبہ کاہنور میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والدین اپنے وطن مہم سے اکثر جاتے رہتے تھے اور میں ایک راجپوت خاتون کا دودھ پیا جسے آپ کی اولاد اب تک تعظیم کے ساتھ "دادی جھونہ" کے نام سے یاد کرتی ہے۔

آپ فضلاء روزگار میں سے تھے، فنِ موسیقی تک پر ایک رسالہ لکھا، جس کے صرف چار صفحے ہمارے پاس رہ گئے ہیں، علم طب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی، اس فن میں آپ کا مصنفہ یا نقل کردہ سولہ صفحات کا ایک رسالہ ہمارے پاس ہے، شعر کا بھی اچھا ذوق تھا، ہمارے پاس آپ کے تصنیف کردہ یا نقل کردہ بیس رسائل ہیں جن میں رسالہ "ریاض الادویہ" (تصنیف عہد ہمایونی) شاہ غلام جیلانی کے رسائلِ طریق الہدیٰ اور اظہار اخفاء، شاہ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کا رسالہ فناء، حضرت ابوسعید بن فضل اللہ احمد المحمد الحسنی کے رسائل: ہدایت الطالبین اور ارشاد السالکین، اور مولانا عضدالدین کا رسالہ "فضل المتاخرین" قابلِ ذکر ہیں، آپ کی تین بیاضیں بھی ہمارے پاس محفوظ ہیں، ایک میں دعائیں، عملیات، اور کتاب تمیز احمدی ہیں، دوسری میں غزلیں، نظمیں اور تیسری میں اپنے سفر لکھنؤ اور

الہ آباد ۱۲۳۷ھ کے حالات ہیں، اس بیاض کا نام آپ نے خود 'بیاض حاصل سفر' رکھا ہے اور اس پر ہشت پہلو مہر "عظیم شریعتہ کے حکیم اسمٰعیل" لگی ہوئی ہے، آپ کی ایک بیاض مصلح الدین کے پاس ہے، اس بیاض میں دعائیں، عملیات، سفر الہ آباد کے حالات ہیں، اور صوفیاء کے بعض اقوال، حضرت شاہ محمد افضل الہ آبادی کی لکھی ہوئی ایک طویل تضمین، حضرت شاہ غلام جیلانی کے اس تعزیت نامے کی نقل جو انھوں نے محمد محفوظ خاں بہادر کی شہادت پر ان کے فرزند کو بھیجا ہے۔

آپ ایک عالم باعمل تھے، والد مجذوب تھے، بڑے بھائی حضرت ہادیؒ ہریانہؒ سال میں گیارہ مہینے گھر سے باہر رہتے چنانچہ ہوش سنبھالتے ہی گھر اور جاگیر کا انتظام درو بست آپکے کاندھوں پر آپڑا۔ نواب دوجانہ عبدالصمد خاں نے جو جاگیر ۱۸۰۰ء میں آپکے والد محترم کو نذر کی تھی اس کی دیکھ بھال بھی آپ ہی کرتے، کمپنی کے ابتدائی دور حکومت میں اس جاگیر کی تصدیق و توثیق بھی آپ ہی کی مساعی سے ہوئی، حضرت جمال قطب ہانسویؒ کی خانقاہ کے میدان میں جو عمارت ہادیؒ ہریانہؒ کی ترغیب سے بنی اس کی تعمیر آپ کی نگرانی میں ہوئی۔ ہادیؒ ہریانہؒ کی نعش مبارک آپ ہی نیمچ چھاؤنی سے لائے اور آپ کے اہتمام ہی میں خانقاہ تعمیر ہوئی مگر آپنے اپنی زندگی میں اس خانقاہ کو تکیہ نہیں بننے دیا حتی کہ یہاں قوالی کی بھی اجازت نہ دی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خانقاہ شریف کے معاملات ہمیشہ شرک و بدعت سے پاک رہے۔

جب ہادیؒ ہریانہؒ سے ناراض ہوکر ریزی ڈنٹ علاقہ دہلی مسٹر ولیم فریزر نے آپ کی جائیداد ضبط کرلی تو شاہ محمد اسمٰعیلؒ کو والیٔ ٹونک نے اپنے یہاں بلالیا، جب تک آپ ٹونک میں رہے آپ کو سات روپے ملتے رہے اور

جب وہاں سے مہم تشریف لائے تو تاحین حیات آپ کو ریاست سے تین روپیہ یومیہ ملتے رہے اس زمانے میں روپیہ کی قوت خرید آج سے کم و بیش بیس گنا تھی آپ کا قد میانہ، گندمی گول چہرہ، اکثر انگرکھا پہنتے، دستار باندھتے، پاجامہ غرارے دار پہنتے اور نرمی کی پاپوش استعمال فرماتے، آپ نے بہت سے بزرگوں کی صحبت میں رہ کر راہ سلوک طے کی، تین ماہ کے لئے الہ آباد میں شاہ محمد فاخر ابن شاہ خوب اللہ کے خانوادے سے بھی استفادہ کیا۔ آپ مرید و خلیفہ حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کے تھے، جن کا سلسلۂ قادریہ چشتیہ آپ سے بھی جاری ہوا، ہمیں آپ کے صرف چار خلفاء کے نام معلوم ہو سکے: آپ کے فرزند مولوی سیف الرحمٰن شہید جنگِ آزادیؒ، حافظ سراج الدینؒ، حافظ لکھاؒ ساکن موضع باہمن والا ضلع حصار[1] اور حضرت راج شاہؒ۔ آخر الذکر کے حالات پر ایک کتاب 'ملت راج شاہی' طبع ہوئی، ان کا مدفن سوندھ ضلع گوڑگانوہ، میں ہے، صوفیائے میوات میں ان سے زیادہ محترم شخصیت کا ہمیں علم نہیں یہ بزرگ میواتی تھے[2]

اتباع سنت کا آپ کے یہاں خاص اہتمام تھا، خصائل حمیدہ اور شمائل پسندیدہ رکھتے، سلف صالحین کے طریقہ کی پابندی کا بہت خیال

---

[1] مولوی سیف الرحمٰن شہید یکم جمادی الثانی ۱۲۳۴ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۸۵۷ء میں ۲ ربیع الثانی ۱۲۷۴ھ مصلوب ہوکر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے حافظ سراج الدین صاحب ایک لائق نیکوکار اور نیکو اعمال بزرگ تھے اور سالک و درویش حافظ لکھا صاحب بڑے پاک سیرت اور خوش خصال سالک تھے (ملت راج شاہی ص ۱۰۱)

[2] مآثر الاجداد ص ۱۱۸–۱۱۹ مطبوعہ اشرف پریس لاہور ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۴ء از منظور الحق صدیقی رہتکی

رکھتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ حاضرینِ مجلس سے ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: حضرت آپ کے پیرومرشدؒ اور برادر بزرگؒ تو محفلِ سماع میں شریک ہوا کرتے تھے مگر آپ کو کبھی مجلسِ سماع میں شامل نہیں دیکھا۔ فرمایا: بیٹا اُن کے ہم جنس اور ہم مشرب لوگ محفل میں موجود ہوتے تھے اس لئے وہ شریکِ محفل سماع ہو جایا کرتے تھے، اب میرے ہم مشرب ہی نہیں رہے تو میں کہاں جاؤں اور پھر اس کی تشریح اس طرح فرمائی کہ شریعت کا ایک مسئلہ ہے کہ جب اضطرار کی حالت ہو یعنی بھوک کی شدّت سے جان پر آبنے تو اس حالت میں مُردار اور حرام بھی حلال ہو جاتا ہے، قرآن کریم کی آیت فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ اس کی شاہد ہے، ظاہر ہے کہ یہ حکم نفس کو ہلاکت سے بچانے کے لئے ایک حکمت پر مبنی ہے، اور تمام علماء اس کو تسلیم کرتے ہیں، خاصانِ الٰہی بھی ایسی ہی بھوک اور شدّت میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اس کا علاج رقص وجد اور سماع کے بغیر ناممکن ہوتا ہے، اگر خوش الحانی اور راگ کی آواز ان کے کان میں نہ پہنچے تو یہ لوگ حق سبحانہ وتعالیٰ کی تجلیات کے انوار اور اس کی ہیبت سے پگھل جائیں اور فنا ہو جائیں، اس واسطے ان کو سماع میں مشغول ہونا پڑتا ہے اگرچہ یہ داخل لہو ہے مگر اس لہو کی اباحت اور اجازت حدیث سے ثابت ہے اور اسی پر حضرات چشتیہ کا عمل ہے باقی رہا نقشبندیہ قادریہ وغیرہم کا اس سے پرہیز کرنا سو یہ عمل ان کا احتیاط میں داخل ہے کیونکہ گو مباح ہے مگر آخر لہو ہے، پس ان کا احتیاط کرنا افضل و اولیٰ ہے، اور حدیث ذیل اس کی مؤید ہے: حضرت محمد بن المنکدرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنے کانوں کو لہو مباح اور مزامیرِ شیطان یعنی لہو غیر مباح سے بچاتے تھے، ان کو مشک کے باغوں میں

داخل کر دو اور پھر ملائکہ کو حکم ہوگا کہ ان کو میری حمد سُناؤ اور ان سے کہہ دو کہ

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

پس اہلِ طریقت کے ہر دو فریق میں کوئی اختلاف و نزاع نہ رہا،

اب رہا معاملہ علمائے شریعت کا، سو وہ بھی سچے ہیں ان کا سماع کو حرام کہنا بھی حق ہے کیونکہ راگ سنکھیا کے مانند ہے، ایسا کون طبیب ہے جو اسے سمیات میں شمار نہ کرے اور ہر کسی کو کھانے کی عام اجازت دیدے، حالانکہ سب حکما جانتے ہیں کہ یہ جاذبِ رطوبات انتہا درجہ کا مقوی ہے مگر جب تک کسی طبیب حاذق کی رائے کے مطابق سنکھیے کو استعمال نہ کیا جائے اسکی قوت سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں بجز اپنی ہلاکت اور فنا کے اور جس کو استعمال الفار سنکھیا کی ضرورت ہی نہیں، یا ہے تو دیگر مقویات سے کام بن سکتا ہ اگر اسے اپنی رائے یا کسی اناڑی طبیب کے کہنے سے استعمال کرے تو اس ہلاکت یقینی ہے، یہی حالت راگ کی ہے جب تک اس کے بغیر کام چل سکے مرشد کامل سالک کو اس کی اجازت نہیں دیتا اور جب وہ دیکھتا ہے کہ سالک کا کوئی روحانی مرض بجز اس علاج کے زائل ہونا دشوار ہے تو خاص خاص آداب و شرائط کے ساتھ اجازت دیتا ہے اور وہ بھی مرض کے زائل ہونے تک، جب مرض جاتا رہا، سالک اگر اب بھی اس پر کاربند رہے گا یا اس دوا کو ہی غذا بنالے گا اور آداب و شرائط کا خیال نہ رکھے گا تو چونکہ دفترِ شریعت کے درہم برہم ہو جانے کا اندیشہ اور عوام الناس کے گمراہ ہو جانے کا خوف ہے حکامِ شریعت کے عہدیدار ضرور شور مچائیں گے اور اس خرابی کا انسداد کریں گے خواہ وہ راگ سننے والا کیسا ہی کامل کیوں نہ ہو پروا نہ کریں گے کیونکہ ان کے پاس نظیر موجود ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

انجیل پڑھنے سے روک دیا تھا حالانکہ انجیل آسمانی کتاب ہے اور حضرت عمر رض
کے کامل ہونے میں بھی شبہ نہ تھا جو ان کے خاکم بدہن، گمراہ ہو جانے کا اندیشہ
ہوتا لیکن چونکہ ان کی دیکھا دیکھی دیگر لوگ جو اس درجہ کامل الایمان اور سلیم الفہم
نہ تھے انجیل خوانی کو ضروری سمجھ لیتے اور قرآن کریم اور اس کے احکام سے تساہل
و تغافل ہونے لگتا سبحان اللہ کس قدر دل پذیر انداز میں یہ اہم مسئلہ
حل فرمایا ہے فجزاهم الله احسن الجزا [1]

حضرت محبوب الٰہی سلطان نظام الدین اولیا، اگرچہ خود راگ سنتے
تھے مگر ان کے مایۂ ناز خلیفہ حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی رح راگ کے پاس
بھی نہ جاتے تھے، حضرت محبوب الٰہی نے کبھی ان کو راگ سننے پر مجبور نہیں
کیا بلکہ جب کبھی ہو رہا ہوتا اور آپ تشریف لے آتے تو حضرت محبوب الٰہی راگ رنگ
سب موقوف کرا دیا کرتے اور فرماتے کہ اب مولوی آگیا ہے اس شغل کو چھوڑ دو۔
اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرات چشتیہ کا راگ سننا بھی کسی نہ کسی
مصلحت اور معالجہ کی غرض سے تھا، یہ ضروری نہیں کہ جس طرح آج کل حضرات
چشتیہ کے ہاں سماع کا معمول ہو گیا ہے گویا ان کی غذا بن گئی ہے، خواہ کسی کو
اس کی ضرورت ہو یا نہ ہو سلسلہ میں داخل ہوتے ہی راگ سننا اور اچھلنا
کودنا شروع کر دیتے ہیں، نہ طلب و شوق کا پتہ نہ عالم اضطرار کا، پس صوفیائے کرام
کو بھی اپنے طرز عمل کی اصلاح کرنی لازم ہے اور اہل شریعت کو بھی راہ اعتدال
اختیار کرنی چاہیئے، سالکین کو دونوں گروہ کے اہل کمال کے سامنے خاموش
رہنا اور دم نہ مارنا لازم ہے۔ خوارق و کرامات کا ظہور بھی آپ سے بہت کچھ

[1] ملتِ راج شاہی ص ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

ہوا، آپ کی دعا و تعویذ میں اللہ تعالیٰ نے خاص تاثیر رکھی تھی، ایک مرتبہ ایک
راجپوت کو پھانسی کا حکم ہوا، آپ خود بھی اس وقت نظر بند تھے کیونکہ وہ دورِ ۱۸۵۷ء
کے بعد کا تھا پُر از فتنہ و آشوب، جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا نقشہ، نہ کسی معاملہ
کی تحقیق ہوتی تھی نہ سچ جھوٹ کی تفتیش ؎

جسے دیکھا حاکمِ وقت نے
کہا یہ بھی قابلِ دار ہے

جس پر ذرا بھی شبہ ہوتا محبوس و مصلوب کر دیا جاتا تھا، گویا ایک قسم کا مارشل لاء
تھا، مخالفین نے آپ کی نسبت بھی باغی اور مفسد ہونے کی مخبری کر دی، انگریز
سرکار نے آپ کو صدر ضلع حصار میں نظر بند کر دیا، آپ کے بڑے بھائی ہادی ہریانہ
شاہ محمد رمضان رح نے پہلے ہی بطور پیشین گوئی اس کی خبر دے رکھی تھی کہ برادر عزیز
مولوی محمد اسماعیل شاہ کو اخیر عمر میں کچھ واردات پیش آئیں گی اور آزمائے جائیں گے،
چنانچہ وہی ہو کر رہا، اسی حالت میں اس راجپوت کو ایک تعویذ لکھ دیا اور
زبان سے بھی فرما دیا: "بعون اللہ تعالیٰ تو رہائی پائے گا"۔ چنانچہ اس نے رہائی
پائی۔ داروغہ جیل کی بیوی ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گئی، آپ نے دعا فرمائی، اُسے
بھی شافیِ مطلق نے شفا عنایت کی، لوگوں نے عرض کیا: "آپ دوسروں
کے لئے دعا کو کام میں لاتے ہیں خود اپنی رہائی کے لئے کوشش کیوں نہیں فرماتے"
فرمایا: "ہمارا وقت آن لگا ہے لہذا علاج معالجہ بے سود ہے"۔ رات ہی کو ہم نے
برادر بزرگ رح کو خواب میں دیکھا ہے، فرماتے ہیں: "بھائی تکلیف کیوں اٹھاتے
ہو، ہمارے پاس آجاؤ"۔ چنانچہ پنج شنبہ کا دن آیا تو آپ نے حسب معمول
دودھ چاول پر فاتحہ دلوائی، خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے، اگلا
دن جمعہ کا تھا جمادی الآخر کی ۲۸ تاریخ ۱۲۷۴ھ اور صبح کا سہانا وقت کہ آپ ہیضہ میں

مبتلا ہوئے اور اسی روز اسی ابتلا میں جان شیریں جان آفریں کے حوالہ کی انا للہ وانا الیہ راجعون

ہر کہ آمد بجہاں زاہل فنا خواہد بود
آنکہ پائندہ و باقی ہست خدا خواہد بود

جنگ آزادی کے وقت آپ کی عمر قمری حساب سے چوہتر سال تھی رہتک ضلع پر انگریزی اقتدار ختم ہو چکا تھا۔ سرفروشوں کا ایک پندرہ سو افراد پر مشتمل دستہ دہلی سے ہانسی جا رہا تھا۔ راہ میں مہم ٹھہر گیا۔ یہاں اس دستہ کے سردار نے ایک ہندو بقال مسمی بابر اور اس کے کچھ ساتھیوں کو گرفتار کر لیا، یہ لوگ جنگ آزادی کی مساعی میں رکاوٹ ڈال رہے تھے، بابر بقال کے رشتہ دار اور تحصیلدار مہم کا باپ شہر کے بزرگ حضرت شاہ اسماعیلؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پاؤں پکڑ کر التجا کی کہ ان کی مدد کیجیے۔ آپ نے ہم وطنوں کی ہمدردی کی اور آپ کی مساعی سے بابر بقال اور اس کے ساتھی رہا کر دیئے گئے۔

جنگِ آزادی ناکام ہوئی، انگریزی فوج بھوانی سے مہم کی طرف آ رہی تھی، ابھی تین میل تھی کہ تحصیلدار مہم، بابر بقال اور بعض نمبرداروں نے اس کا استقبال کیا اور آفیسر کمانڈنگ کے کان بھرے کہ مہم میں شاہ اسماعیلؒ اور اس کا خاندان شر و فساد کا بانی تھا، چنانچہ آفیسر نے عیدو خاں اور شہاب خاں نمبرداروں کو حضرت شاہ اسماعیل کو لینے کے لئے بھیجا، آپ اپنے فرزند مولوی... سیف الرحمن کو لے کر موضع سیسر پہنچ گئے، جہاں دونوں کو گرفتار کر لیا گیا، آپکو حصار اور آپکے فرزند کو رہتک بھیج دیا گیا، آپ کی جائیداد ضبط کر لی گئی اور گھر کا تمام اسباب نیلام کر دیا گیا۔ جنگِ آزادی کے ۴۳ سال بعد آپ کے نامور فاضل پوتے خان بہادر پیرزادہ محمد حسین عارف ایم۔اے نے اپنی نظم "موتیوں کے ہار" میں ضمنی طور پر اس گرفتاری کا حال لکھا ہے:۔

ل [illegible] شاہی ص ۱۰۰-۱۰۱

اس کو گذرے تیس اور چالیس سال ۔۔۔ حق نے بھیجا ہند پر اپنا وبال
ایک لشکر یا کہوں قہر خدا ۔۔۔ ایک چھوٹے شہر سے ہو کر گیا
ایک ولیِ حق کا تھا اس جا قیام ۔۔۔ قطب وقت اور عہد کا اپنے امام
رحم آیا ان کو ان کے حال پر ۔۔۔ ہو لیا وہ ساتھ ان کے بے خطر
کچھ دنوں کے بعد پھر بدلی ہوا ۔۔۔ دور دورہ مخبروں کا ہو گیا
عقل چلدی حاکموں کو کر سلام ۔۔۔ سر چڑھا ان کے جنون انتقام
عقل اور تہذیب جب جاتی رہے ۔۔۔ آدمیت پھر کہاں باقی رہے
ایک مجرم کی جگہ سو بے خطا ۔۔۔ مار ڈالے پر نہ دل ٹھنڈا ہوا
باغ عرفاں کا گل صد برگ تر ۔۔۔ دشمنوں کو خار آتا تھا نظر
باغیوں کے زمرے میں کیوں جاتا وہ پاس ۔۔۔ اور انکو کیا پڑا تھا انکا پاس
تھی کسے فرصت بھلا تحقیق کی ۔۔۔ لگ رہی تھی ملک میں اک آگ سی
جنکے ہو کہنے میں اک خلق خدا ۔۔۔ مصلحت رکھنا نہیں انکا بجا
اعتراض ان پر ہے اب کرنا فضول ۔۔۔ ہوں یہی شاید حکومت کے اصول
ہو گئیں کچھ بدگمانی دل نشیں ۔۔۔ کمپنی کی فوج بگڑی ہر کہیں
لوگ واں کے دیکھ کر ڈرنے لگے ۔۔۔ جستجو ہمدرد کی کرنے لگے
پاس آئے اسکے وہ سب دوڑتے ۔۔۔ التجا کی تا شفاعت وہ کرے
فوج سے کر کے سفارش بر ملا ۔۔۔ شہر اپنا لوٹ سے بچوا لیا
ہر جگہ پر ہو گیا شر و فساد ۔۔۔ خوب نکلے سب کے پھر ذاتی عناد
دعوئ تہذیب سب نکلا دروغ ۔۔۔ عقل کو غصے کے آگے کیا فروغ

ل مہم شریف ۔ ۲ مراد شاہ اسماعیل مہمی رح

حاکموں کی ہوگئیں عقلیں خفیف   بے گنہ مارے گئے لاکھوں شریف
ایسے نازک وقت میں وہ باصفا   حاسدوں کی سعی سے پکڑا گیا
موذیوں نے یہ خبر حاکم کو دی   سازش اس کی باغیوں کے ساتھ تھی
یہ نہ کی تحقیق حاکم نے ذرا   کیوں گیا تھا کام اس نے کیا کیا
تھی یہی کافی انھیں بس اک دلیل   ہے یہی موقع ، ہوں بڑے سارے ذلیل
ہو جو لالہ زار میں ڈوڈا بلند   خود پسندوں کو نہیں آتا پسند
بے گناہ تھا شوق حق میں تر زباں   مثنوی کا شعر یہ تھا بر زباں

دشمن طاؤس آمد پرّ او
اے بسا شہ را بکشتہ فرّ او

آپ کے ایک اور پوتے مولوی عبدالشکور روضۃ الرضوان میں لکھتے ہیں :-

"سرکار انگریزی نے آپ کو صدر ضلع حصار میں بند کر دیا ....
پنجشنبہ کا دن تھا تو آپ نے حسب معمول دودھ چاول پر فاتحہ دلائی خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے اگلا دن جمعہ کا تھا ، جمادی الآخرہ ۲۸ تاریخ ۱۲۷۴ھ اور صبح کا وقت تھا کہ آپ ہیضہ میں مبتلا ہوئے ، اور اسی میں اسی دن جان شیریں خدا کے سپرد کی" (ص ۴۳)

آپ کے ایک اور پوتے خان بہادر پیرزادہ ڈپٹی مظفر احمد فضلی نے آپ کی منقبت میں ایک قصیدہ کہا ہے جس کے ۲۷ شعروں میں سے صرف پانچ یہاں نقل کیے جاتے ہیں ، یہ قصیدہ گلبانگ سخن میں شائع ہو چکا ہے :

خدیو خطۂ عرفاں و کتخدائے کمال   خدائے گان طریقت محمد اسمٰعیلؒ
شہے بنفش نگینش بود نجاتم او   عظیم شد ز عطائے حکیم اسمٰعیلؒ

شہید تیغ رضا آنکہ فی سبیل اللہ   نمود از سر تسلیم خون خویش سبیل
چہ باک نعش ترا بعد مرگ از آتش   کہ ہست آتش نمرود گلستان خلیل
زمانہ ببیں کہ چہ با روزگار با برگرد   نہ برد جاں بسلامت ز روزگار عمیل

دوسرے شعر کا مصرعہ ثانی آپ کی مہر پر کندہ تھا ، چوتھے شعر میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے کہ جنون انتقام میں انگریزوں نے چاہا کہ آپ کی نعش غائب کر دی جائے تاکہ آپ کے معتقدین اسے دیکھ کر اور مشتعل نہ ہو جائیں بہت سی لکڑیاں جمع کر کے آگ دہکائی گئی اور آپکی نعش کو اس میں ڈال دیا مگر آگ نے بھی اس شہید ملت علیہ الرحمۃ کی نعش پر اثر نہ کیا ، آخری شعر میں بابر سے مراد وہ بنیا ہے جس نے آپکے خلاف مخبری کی تھی ، اس بنئے کو چھ سو اٹھارہ بیگھہ اراضی تین پشت کی معافی پر ملی ، سترہ سال بعد ۲۹ را پریل ۱۸۷۵ء بابر ولد بتر چند کو آپ کے کسی مرید نے قتل کر دیا اور پولیس کو قاتل کا سراغ نہ مل سکا

آپ کی شہادت کے متعلق تمام روایات اور تحریری مواد دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ محبس حصار میں آپ کو پھانسی دی گئی ، مگر آپ کی ہردلعزیزی کے پیش نظر یہ مشہور کر دیا کہ آپ نے دودھ اور چاول کھائے جس سے آپ کو ہیضہ ہو گیا اور جیل میں آپ وفات پا گئے ۔

مہتاب خاں ساکن کڑکڑی علاقہ کشن گنج راجپوتانہ نے آپکا قطعہ تاریخ شہادت کہا ہے :

جناب شاہ اسمٰعیل ہی تھے   وہ تھے مقبول اور اللہ کے پیارے
اذیت اور سختی بہت دیکھی   سوا اسلام کے کچھ نہ پکارے
کیا اسلام پر جی کو فدا ان   پکڑ کر لے گئے تھے جب نصارے
کہی ماہتاب نے تاریخ رحلت   شہید ہو جنت اعلیٰ میں سدھارے[۲]

۲۔ آثار الاجداد ص ۱۲۰ - ۱۲۳